ISSN (**P**): 2709-9636 | ISSN (**O**): 2709-9644
Volume 3, Issue 2, (April to June 2022)

ماخذ تحقیقی مجلہ

وقار احمد
پی ایچ ڈی سکالر، شعبۂ اُردو، بین الاقوامی اسلامی یونی ورسٹی، اسلام آباد
ساجد اقبال
پی ایچ ڈی سکالر، شعبۂ اُردو، بین الاقوامی اسلامی یونی ورسٹی، اسلام آباد
عظمت شہزاد
پی ایچ ڈی سکالر، شعبۂ اردو، سرحد یونی ورسٹی آف انفارمیشن اینڈ ٹیکنالوجی، پشاور

اردو ناول اور عورت کے جذبات

Waqar Ahmed
Ph.D. scholar, Urdu Dept, IIUI Islamabad
Sajid Iqbal
Ph.D. scholar, Urdu Dept, IIUI Islamabad
Azmat Shehzad
Ph.D. scholar Urdu Dept, Serhad University of Information & Technology, Peshawar

Women Sentiments and Urdu Novel

Urdu Fiction, from abinitio till date, construction womanhod as natural phenomenon embedden in different feeling and thoughts of social life. She is unfolded as social being whose emotional life is a byproduct of social odds. Her psyche, indifferent writing shrinks in culture limits--marginalisingaborignal--and expands in modern settings--advocating modernity. Abusive female character is ingrained in social conditions making a point to inferior culture of scheduled castes. The novels under discussion present a very interesting situation where corrective attitude of Molvi Nazeer Ahmad place woman in postmodern world of today reflecting all qualities of postmodern world.

Key Words: *Novel, women, sentiments, castes, moderni Molvi Nazeer Ahmad.*

دنیا کے ادب پر نظر ڈالی جائے تو سب سے اہم اور اختلافی موضوع عورت ہی ہے جس کو اہلِ دانش نے

ISSN (**P**): 2709-9636 | ISSN (**O**): 2709-9644
Volume 3, Issue 2, (April to June 2022)

ماخذ تحقیقی مجلہ

اپنی عقل سے سلجھانے کی بارہا کوشش کی جن میں شاعروں کے دیوان، عالموں کی فصاحت، اہلِ زبان اور اہلِ نظر کے تصورات نے اس کو اپنی بصیرت اور بصارت سے دیکھنے کی سعی لاحاصل کی مگر ہر دفعہ ریت کی مانند مٹھی سے نکل کر دوبارہ صحرا کا حصہ بن گئی۔ انسان اس دھرتی پر ہزاروں سالوں سے موجود ہے اور موجودہ عہد تک آتے آتے اس نے بے شمار جتن کیے اس کے پیچھے معاشی، سیاسی، ذہنی، اور تہذیبی جدوجہد کی ایک طویل کہانی موجود ہے جس میں پتھر، کانسی اور لوہے کے ادوار کو کسی صورت نہیں بُھلایا جا سکتا تاریخ کے مطالعہ سے یہ بات واضح نظر آتی ہے کہ عورت کا سب سے پہلا تصور ایک دیوی کے روپ میں اُبھرتا ہے، جو کہیں ناہید، زہرہ اور وینس کے روپ میں سامنے آتا ہے۔ عورت کے بارے میں آج بھی اُن پرانے خیالات کی بازگشت سنائی دیتی ہے۔ ابنِ حنیف اس بارے میں تحریر کرتے ہیں:

> "سات ہزار برس پہلے سومیریوں کے سیلابِ عظیم کی بابلی روایت ہو یا زہرہ و مشتری طوائفوں کا اپنے حسن وصورت سے فرشتوں کا ایمان متزلزل کر کے آسمان پر چلے جانے کی پُر لطف حکائت، مادری تہذیب کی علمبردار زراعتکاروں کا مذہب ہو یا موجودہ عیسائیت اور ہندوازم، عشتار کسی روپ میں ہر جگہ جلوہ گر ہے"۔[۱]

عورت کبھی ماں، بہن، اور بیٹی کے روپ میں جلوہ گر ہوتی ہے اور کبھی ایک طوائف کی زندگی گزارنے پر اکتفا کرتی ہے عورت کے جذبات اور احساسات کو ہر جگہ سختی سے کچلا جاتا رہا اس نے اپنے حقوق کی جنگ تنہا اور اکیلے لڑی آنے والی ہر آفت کا مقابلہ کیا دنیا کے قدیم مذاہب میں بھی اس کو وہ اہمیت نہ دی گئی جس کی وہ اصل معنوں میں حق دار تھی عورت کا کردار ہر معاشرے میں اہمیت کا حامل ہے اور مختلف خطوں میں مختلف روپ دھارتی رہی مثلاً: مشرق میں عورت مرد کے دامنِ تقدس پر داغ ہے، رومن اسے صرف ایک جنس سمجھتا ہے، یونانی فلسفی افلاطون نے عورت کے بارے میں یہ رائے دی:

> "خدایا تیرا شکر ہے کہ تو نے مجھے مرد بنایا"[۲]

افلاطون کے بعد آنے والا فلسفی ارسطو جس نے اپنے ہر ایک تصور میں شاگردی کا حق ادا کیا اور استادِ گرامی کی صحیح ترجمانی کی عورت کے بارے میں اس کے خیالات کچھ اس طرح ہیں:

> "جب قدرت کسی کو مرد بنانے میں ناکام ہوتی ہے تو اسے عورت بنا دیتی ہے"[۳]

ISSN (**P**): 2709-9636 | ISSN (**O**): 2709-9644
Volume 3, Issue 2, (April to June 2022)

ماخذ تحقیقی مجلہ

یونانی فلسفہ نے عورت کو شیطان کہا، توریت نے اسے لعنت ابدی کا مستحق قرار دیا، کلیسا نے اسے بدی کا سرچشمہ قرار دیا۔ اسلام دنیا کا وہ واحد مذہب ہے جس نے عورت کو ایسی رفعت عطا کی جس کی مثال دنیا کا کوئی مذہب پیش نہ کر سکا۔ برصغیر میں آریوں کی آمد سے قبل عورت کی سربراہی کا دور تھا جب آریہ سماج نے اس خطے کو اپنی قید میں کیا تو اس نے عورت کو باندی بنانے کا نظام وید کے ذریعے رائج کیا اور اس کو قید و بند کی وادی میں دھکیل دیا۔ اس عہد سے لیکر آج تک عورت کھل کر سانس لینے نہیں دیا گیا۔ عورت اور مرد کے تعلق کو ناپاک قرار دیا گیا اس سے رہبانیت کو فروغ ملا۔ عورت ہر قسم کے مذہبی لوازمات سے دور کر دی گئی۔ پادری یہی سمجھتے رہے کہ عورت ناگزیر شر ہے۔ اس کو دیکھنے سے گناہ کا خیال پیدا ہوتا ہے۔ مسیحیت میں عورت کا جو تصور ہے اس کو شرافت حسین شفقت نے ان الفاظ میں بیان کیا:

> "مسیحی ادوار میں عورت کی کوئی حیثیت نہ تھی بلکہ وہ لونڈی سے بھی بدتر زندگی بسر کرنے پر مجبور تھی۔۔۔۔یورپ میں عورتوں کو موت کے گھاٹا تارنے کے لیے پانی کا ٹب بھی ایک طویل مدت تک رائج رہا۔"(۴)

مغلیہ عہد میں اس کو کسی حد تک چین نصیب ہوا اور جلد ہی اس کو دوبارہ اذیت کا سامنا کرنا پڑا۔ عورت نے اپنی اہمیت کو اُجاگر کرنے اور مرد سے تحفظ کی خاطر تنتر اِزم کو فروغ دیا اس کے تحت اگر کوئی مرد یہ خفیہ حروف سیکھے گا تو اس کے لیے مردانہ عضوِ تناسل سے محروم ہونا ضروری تھا۔ تنتر ازم میں عورت مقدس تصور کی جاتی تھی اس میں عورت کے مختلف روپ ہیں جن پر آج بھی کسی نہ کسی صورت یقین کیا جاتا ہے ایک عام ہندو آج بھی ہر وقت خوف زدہ رہتا ہے کہ نہ جانے کب کالی دیوی اس پر غضب ڈھادے۔ اس کے برعکس مرد نے عورت کے اثر کو زائل کرنے کے لیے دیوتا تخلیق کر لیے اور عورت کے اختیارات کو محدود کر دیا۔ اس کام کے لیے مذہب کو بنیاد بنا کر عورت کے اختیارات کی پامالی کی گئی۔ ان حالات کو مدِ نظر رکھتے ہوئے عورت اس معاشرے کی ساخت کو توڑ پھوڑ کر ایک نئے معاشرے کی بنیاد رکھنا چاہتی ہے۔ شہناز نبی کہتی ہیں:

> "مرد اور عورت عملِ تولید میں جو رول ادا کرتے ہیں وہ ان کے درمیان فساد کی اصل وجہ بن گیا ہے۔ اس فساد کو ختم کرنے کے لیے ضروری ہے کہ ان کے کرداروں کو بدل دیا جائے۔"(۵)

ISSN (**P**): 2709-9636 | ISSN (**O**): 2709-9644
Volume 3, Issue 2, (April to June 2022)

ماخذ تحقیقی مجلہ

دنیا کے ہر معاشرے میں عورت کو دوسرے درجے کا شہری قرار دے کر اس کو جینے کے حق سے بھی محروم کر دیا گیا عورت کی خوبصورتی اور نزاکت سے متاثر ہو کر شعر و ادب میں خصوصی مقام عطا کیا گیا مگر اس کی فطری صلاحیتوں کو نظر انداز کیا گیا اور اس کو آزادیِ اظہار جیسی عظیم نعمت سے مشترکہ طور پر محروم کر کے پسِ پشت ڈال دیا گیا۔ علمِ سیاسیات میں فرد صرف اٹھارھویں صدی میں سامنے آیا اور روسو کا یہ نعرہ کہ:

"انسان آزاد پیدا ہوا ہے مگر جدھر دیکھو وہ پابہ زنجیر ہے۔"(۶)

یہ انفرادیت کو علمِ سیاست میں داخل کرتا ہے لیکن شخصیت اور اس کے حقوق کا دعویٰ کرنا ایسی جرات کا کام تھا کہ روسو بھی صرف نعرہ ہی لگا کر رہ گئے۔ عقد اجتماعی جس کی ابتدا ان الفاظ کے ساتھ ہوتی ہے، بعد میں اسی کو اُلٹا ثابت کرتی ہے۔ انسان کو آزادی تو ضرور دی جاتی ہے لیکن روسو کی ریاست میں انسان کو ایک فرد بننے اور انفرادیت کے سلسلہ میں اپنے حقوق کا ذکر کرنے کا کوئی موقع نہیں دیا جاتا۔ ہزاروں سال کے انتظار کے بعد عورت نے اپنی مظلومیت کے خلاف آواز بلند کی مگر اس کو فلک شگاف نعرہ کسی صورت نہ بننے دیا۔ تانثیت کی بنیاد گزار مفکر سمون دی بوا کہتی ہیں:

> "عورت محض وہی کچھ ہے جس کا فیصلہ مرد دے لہٰذا اِسے جنس کہا جاتا ہے۔ جس کا مطلب ہے کہ وہ مردوں کی نظر میں بنیادی طور پر ایک جنسی وجود ہے۔ مرد کے لیے وہ جنس ہے مطلق جنس۔ عورت کو مرد کے حوالے سے متعین اور ممتاز کیا جاتا ہے لیکن مرد کو عورت کے حوالے سے نہیں۔ عورت بنیادی کے مقابلہ میں غیر بنیادی ہے۔ مرد موضوع ہے وہ مطلق ہے۔ عورت دوجا ہے۔"(۷)

ادب ایک ایسا ذریعہ اظہار ہے جو سوچنے، سمجھنے اور بیان کرنے کی آزادی پر منتج ہے۔ اگر یہ عنصر عنقا ہو تو تحریر محض اخباری رپورٹ یا کسی پارٹی کا منشور یا صرف بیانیہ بن کر رہ جاتی ہے۔ اس لیے جذبہ و ادراک کے اظہار کی آزادی ہی اصل ادب پیدا کرتی ہے۔ ہندو سماج میں عورت نسبتاً زیادہ مسائل کا شکار رہی ہے لڑکیوں کو پیدا ہوتے ہی قتل کر دیا جانا، کم عمری میں شادی، ستی کا رواج اور کسی صوت بیوہ کی دوسری شادی کی اجازت نہ ہونے کی وجہ سے ہندو عورت مرد کا سایہ بن کر رہ گئی تھی ہندوؤں کے زیر اثر رہنے کی وجہ سے مسلمانوں میں بہت سی برائیاں سرائیت کر گئی تھیں اسلام نے تو عورتوں کو بہت حقوق دیے مگر عورت کی زندگی میں اس کے اثرات کم ہی نظر آتے ہیں۔

ISSN (**P**): 2709-9636 | ISSN (**O**): 2709-9644
Volume 3, Issue 2, (April to June 2022)

ماخذ تحقیقی مجلہ

کائنات کی ترقی میں عورت مرد کے شانہ بشانہ کھڑی رہی اور اس نے اپنی خواہشات کو مرد کی خواہشات کے تابع کر دیا اس کے باوجود اس کو چادر اور چار دیواری تک محدود کر دیا گیا اور اس کی تخلیقی صلاحیت کو ہمیشہ کے لیے دفنانے کی بھرپور کوشش کی جاتی رہی ابتدائی اردو شاعری سراپا نگاری سے عبارت تھی جس میں عورت محبوبہ کے روپ میں سامنے آتی ہے اور داستانوں میں اُسے مافوق الفطرت ہستی کے روپ میں پیش کیا یہاں عورت ملکہ تھی یا شہزادی اگر وہ کنیز یا محبوبہ بھی تھی تو اتنی حسین و جمیل کہ مرد اُسے دیکھتے ہی دھڑا دھڑ گر کر بے ہوش ہو جاتے رجب علی بیگ سرور "فسانہ عجائب" میں شہزادی انجمن آراء کو ان الفاظ میں یاد کرتے ہیں: " مالِک عفت و عصمت انجمن آراء یہاں کی شہزادی تھی شہرہ جمال بے مثال اس حورِ طلعت پری خصال کا از شرق تا غرب اور جنوب سے شمال تک، زبان زدِ خلق جد اتھا اور ایک جہاں حسن کا بیان سن کر نادیدہ اس کا مبتلا تھا۔ آج تک چشم و گوش چرخ کج رفتار نے باایں گردش لیل و نہار ایسی صورت دیکھی نہ سُنی تھی۔ مرقعِ دہر سے وہ تصویر چنی تھی۔ بہت سے شاہ اور شہریار اس کے وادی طلب میں قدم رکھ کر تھوڑے عرصے میں اوارہ دشت ادبار، پتھروں سر مار مار، مصرع "رہ روِ اقلیم عدم ہو گے "قصہ یا کہانی کسی بھی قوم کے شعور اور تخیل کے عکاس ہوتے ہیں۔ اس میں اس قوم کے تخیل کی قوتِ پرواز کا عکس ہوتا ہے اور یہ وہ واحد آئینہ ہے جس سے قوم کی دلچسپی کا اندازہ ہوتا ہے۔

اردو ناول کے آغاز کا سہرا لکھنو کے باشندوں کے سر دکھائی دیتا ہے مولوی نذیر احمد کا تعلق دلی سے تھا اور رتن ناتھ سرشار کا لکھنو سے انہوں نے ناول کی صنف کو متعارف کرایا انہوں نے ناول کو ایک ایسی بصیرت بخشی جس سے آنے والے ناول نگار کسی نہ کسی صورت اب بھی استفادہ کر رہے مولوی نذیر احمد کے ناولوں میں جاگیر داری عہد کی عورت کی واضح تصویر ملتی ہے۔ اس حوالے سے ڈاکٹر زینت بشیر لکھتی ہیں:

> "نذیر احمد کے ناولوں میں نسوانی کردار اس عہد کے ہندوستان بالخصوص شمالی ہندوستان کے مسلم گھرانوں کی مستورات کی نفسیات، ان کے خیالات، نظریات ورجحانات کی منہ بولتی تصویریں اور اس عہد کی دستاویز کی حیثیت رکھتی ہیں۔"(۸)

نذیر احمد اپنے عہد کی عورتوں میں ایسی صفات دیکھنے کے متمنّی ہیں جن پر گھریلو نظام کی درستی کا انحصار ہے۔ اس وجہ سے وہ تعلیمِ نسواں کے حامی ہیں۔ ان کے خیال کے مطابق عورتوں کی بہتریں صلاحیتیں تعلیم کے بغیر مکمّل طور پر اُبھر کر سامنے نہیں آسکتیں۔ نذیر احمد کے بعد اردو ناول میں جو اہم نام سامنے آتا ہے وہ رتن ناتھ

ISSN (**P**): 2709-9636 | ISSN (**O**): 2709-9644
Volume 3, Issue 2, (April to June 2022)

ماخذ تحقیقی مجلہ

سرشار کا ہے ان کے ناول کرداری ناول ہیں نذیر احمد کی طرح وہ اپنے کرداروں میں عورت کو نیکی اور بدی کا نمائندہ بنا کر پیش کرتے ہیں مگر ان دونوں کے درمیان فرق نصب العین کا ہے نذیر احمد کا مقصد معاشرے کی اصلاح تھا جبکہ رتن ناتھ نے اپنے روز گار کو مدِ نظر رکھا ڈاکٹر عقیلہ جاوید کے بقول " نذیر احمد اپنی روح کی تسکین چاہتے تھے جبکہ سرشار پیٹ کی " ان کے ہاں خواتین چاردیواری کی پابند دکھائی دیتی ہیں اور معاشرے میں رائج رسم ورواج نے ان کی زندگی کو مفلوج کر کے رکھ دیا ہے سرشار نے ان کو ماہر مصور کی طرح اپنی تخلیق میں پینٹ کر دیا ہے ان کے ایسی خواتین سامنے آتی ہیں جو ہر وقت اپنے مردوں پر جان قربان کرنے کے لیے تیار رہتی ہیں اور جو ملک و قوم کو اپنی بہادری سے قائل کرتی ہیں۔

مرزا ہادی رسوا نے ناول کے ارتقاء میں اہم کام کیا جس میں ناول اپنے فنی معیار پر پورے اُترتے دکھائی دیتے ہیں انہوں نے اپنے ناولوں میں خواتین کو چاردیواری کا پابند نہیں کیا بلکہ وہ ایسے کردار سامنے لاتے ہیں جنہوں نے معاشرے کو بے حد متاثر کیا وہ چادر اور چاردیواری سے باہر دیکھتے ہیں انہوں نے عورتوں کے ایسے کردار تراشے جو لکھنوء کے نوابوں کے لیے عیاشی کا سامان فراہم کرتے ہیں۔ مرزا ہادی کے ناولوں کا مطالعہ کیا جائے تو اس بات کی نشاندہی ہوتی ہے کہ پسماندہ اور غریب طبقے کی خواتین کو اخلاقی پستی کی جانب دھکیل دیا جاتا ہے جہاں وہ معاشرے کو بربادی کے علاوہ کچھ نہیں دے سکتیں اور وہ جاگیر درانہ دور کی تہذیبی روایات کی امین ہونے پر فخر کرتی ہیں ان کے ہاں مذہب، اخلاق اور شرافت جیسی اقدار بے معنی ہو کر رہ گئی ہیں رسوا کو تقدیر کی ماری ہوئی ان خواتین سے بے حد ہمدردی ہے:

> "رسوا: اُمراؤ جان! میری زندگی کا ایک اصول ہے نیک بخت عورت کو میں اپنی ماں بہن کے برابر سمجھتا ہوں۔ خواہ ہو کسی قوم و ملت کی کیوں نہ ہو اور ایسی حرکتوں سے مجھے سخت صدمہ پہنچتا ہے جو اس کی پارسائی میں خلل انداز ہوں۔ جو لوگ اس کو ورغلاتے یا بدکار بنانے کی کوشش کرتے ہیں۔ میری رائے میں گولی مار دینے کے ہیں۔ مگر فیاض عورتوں کے فیض سے مستفید ہونا میرے نزدیک کوئی گناہ نہیں۔"(۹)

ناول کی روایت میں علامہ راشد الخیری کا نام کسی تعرف کا محتاج نہیں انہوں نے اپنے ناولوں میں عورتوں کی توہم پرستی اور ضعف الاعتقادی کو کڑی تنقید کا نشانہ بنایا ہے ان کے ہاں عورت کو آزادی اظہار جیسے مسائل کا سامنا

ISSN (**P**): 2709-9636 | ISSN (**O**): 2709-9644
Volume 3, Issue 2, (April to June 2022)

ماخذ تحقیقی مجلہ

دیکھائی دیتا ہے وہ عورت کی مغربی تعلیم کی بات تو کرتے ہیں مگر اس کو مشرقی روایات کا پابند بنانے پر بھی تُلے نظر آتے ہیں وہ خواتین کو اپنی مرضی کے مطابق ڈھال کر زندگی گزانے کا مشورہ دیتے ہیں۔ پریم چند جنہوں نے افسانے کو بلندی تک پہنچادیا ان کے ناولوں میں عورت کے جذبات کی ترجمانی ملتی ہے۔ برصغیر میں موجود صدیوں پرانے رواج کو عملی صورت میں توڑنے کا کام کیا اور ایک بیوہ عورت سے شادی کرکے اس رسم پر کاری ضرب لگادیاور عورت کو مرد کی طرح دوسری شادی کا حق دار بنادیا جس کی وہ عرصہ دراز سے متلاشی تھی انہوں نے عورت کی مظلومی اور بے بسی کو اپنے ناولوں میں نمائیاں کیا۔

عصمت چغتائی نے اپنے ناولوں میں عورت کو عورت کے روپ میں بیان کیاانہوں نے نوجوان لڑکیوں کے احساسات و جذبات کے ایسے منطقوں کو طشت ازبام کیاجو کسی مرد کے بس کی بات نہیں تھی وہ عورت کی آزادی کے مسائل کی بات کرتی ہیں وہ خود ایک متوسط طبقے سے تعلق رکھتی ہیں اور انہوں نے متوسط طبقے کی لڑکیوں کے مسائل کی جانب خاصی توجہ دی اوران کے جنسی مسائل کی جھلک اپنے ناولوں میں پیش کی ان کے ہاں گونگی اور احساس سے محروم عورت کا تصور بھی مفقود ہے جو عورت اپنے مرد کی خدمت کرتی ہے اور خاموش رہتی ہے اس کے اندر بھی احساسات کا طوفان موجود ہوتا ہے۔ عِصمت چغتائی کی اس خوبی پر بات کرتے ہوئے ڈاکٹر وزیر آغا کچھ اس انداز میں اظہارِ خیال کرتے ہیں:

> "عصمت چغتائی کے بیشتر کرداروں کے پسِ منظر میں ایک ایسی عورت موجود ہے، جو گھر کی مشین میں محض ایک بے نام سا پرزہ بن کے نہیں رہ گئی بلکہ جس نے اپنے الگ وجود کا اعلان کرتے ہوئے ماحول کی سکہ بند قدروں اور رواجوں کو اگر منہدم نہیں کیا تو کم از کم لرزہ بر اندام ضرور کر دیا ہے۔"(۱۰)

عزیز احمد کے ہاں عورت کو صرف جنس کے طور پر استعمال کیا جاتا ہے اور اس کے آزادی اظہار کو جنسی خواہشات کے طور پر استعمال کیا جاتا ہے اور کسی کام میں اس کی قابلیت نہیں دیکھی جاتی۔ قرۃ العین حیدر ایک روشن خیال گھرانے سے تعلق رکھتی تھیں اور ان کے ہاں عورت ہمیں حقیقت سے بعید دیکھائی نہیں دیتی کیوں کہ ان کے ناولوں میں ان کے اپنے ماحول کی عورت ہے جو اپنے آدرش، جذبات، خواہشات اور تمناؤں سمیت فنی تقاضوں کے زیرِ اثر اپنے ارتقائی عمل سے گزر کر جب قاری کے سامنے آتی ہے تو دھند میں لپٹی ہوئی نہیں بلکہ مزید چمک دار

ISSN (**P**): 2709-9636 | ISSN (**O**): 2709-9644
Volume 3, Issue 2, (April to June 2022)

ماخذ تحقیقی مجلہ

رنگوں سے آراستہ ہوتی ہے۔

شوکت صدیقی عورت کے بارے میں بیشتر ترقی پسندوں کی طرح ایک خاص تصور رکھتے ہیں۔وہ عورت کو دوہرے استحصال کا شکار سمجھتے ہیں ایک طرف عورت رسم ورواج توہم پرستی کی وجہ سے استحصال کا شکار ہوئی جب کہ دوسری طرف مرد کی سماجی برتری کے باعث۔شوکت صدیقی کے ہاں معاشرے کی سچی تصویریں اُن کی معاشرے سے گہری وابستگی کا ثبوت فراہم کرتی ہیں جس میں اقتصادی معاشی اور ذہنی استحصال کے ساتھ ساتھ جنسی استحصال کی مکروہ اور گندی تصویر اُبھرتی ہے جہاں نوجوان لڑکی کو اپنی ہوس کا نشانہ بنانے کے لیے اس کی ماں سے شادی کر کے اس کو زہر کے انجیکشن لگوا کر اُس کی جان لی جاتی ہے۔شوکت صدیقی کے ہاں عورت کوئی تخیل کی تصویر نہیں بلکہ ہمارے معاشرے کی سچی کہانی ہے جو مرد کی خلوت کا کھلونا ہے جو مجبور معاشرے کی نشانی ہے ان کے ہاں عورت کو آزادی اظہار جیسی سہولت کو مجبوری سے نوازا گیا ہے جن کی ڈور اپنے سماج کے جاگیرداروں کے ہاتھ ہے۔

ڈاکٹر احسن فاروقی کے ناولوں میں عورتوں کی تین اقسام اپنی سرگرمیوں سمیت سامنے آتی ہیں ایک قسم نوابین کی بیویوں، بیٹیوں اور بہوؤں کی ہے۔دوسری قسم متوسط شریف گھرانوں کی خواتین اور تیسری قسم لونڈیوں یا رنڈیوں کی ہے۔پہلی قسم کی عورتوں میں امیر زادیاں شامل ہیں جن کی خواہشات کا خیال رکھا جاتا ہے ان کی ضروریات زندگی ہر ممکن صورت میں پوری کی جاتیں ہیں مگر یہ خواتین چاردیواری کے اندر ہی رہ کر زندگی گزارتی ہیں۔احسن فاروقی کے ہاں عورت کا حقیقی روپ خاص اثر پیدا کرتا ہے بیگمات کے کردار میں زیادہ تر اپنے تخیل کی بات کرتے ہیں جبکہ حقیقت میں ایسا نہیں ان کے ہاں مائیں اور کنیزیں زیادہ فعال دکھائی دیتی ہیں۔

ممتاز مفتی کے ہاں عورت کے کردار کا جائزہ لیا جائے تو معلوم ہوتا ہے کہ عورت مخصوص نسوانی ساخت اور اس کی مخصوص ذمہ داریاں اور انتہائی آزاد ہونے کے باوجود اس کے وجود کے اندر جاری وساری عزت نفس کی بحالی کی جنگ عورت کو آوارگی کے بعد راندہ یا زندہ درگور کر کے دم لیتی ہے ان کے ہاں معاشرے کا تضاد کھل کر سامنے آتا ہے۔خدیجہ مستور کے ہاں اگر عورت کی آزادی کی بات کی جائے تو انہوں نے متحدہ ہندوستان کے زوال آمیز اور چھوٹے زمینداروں کے سماج سے تعلق رکھنے والی عورت کے مسائل کو نمائیاں طور پر پیش کیا ہے جہاں تعلیم تو ہے مگر آکسفورڈ اور کیمرج کی تعلیم نہیں جہاں فیشن پرستی کلبوں، سینماہالوں کی گہما گہمی نہیں۔ جہاں شیکسپیئر،

ISSN (**P**): 2709-9636 | ISSN (**O**): 2709-9644
Volume 3, Issue 2, (April to June 2022)

ماخذ تحقیقی مجلہ

ورڈزورتھ، مارکس اور ہیگل کے موضوعات نہیں یہاں تو صرف ماضی کی خوشگوار یادیں، حال کی تلخیاں مستقبل کی محرومیاں، زندگی کی گھٹن۔ بے بسیاور لاچاری نظر آتی ہے جس کے پیچھے ماحول، مذہب اور رسم ورواج کارفرما دیکھائی دیتا ہے۔ڈاکٹر احسن فاروقی کے مطابق:

> "ماحول کی جکڑبندیاں کسم اور تہینہ دونوں سے خودکشی کراتی ہیں۔ہندو مت یا اماں کی ہٹ ماحول کے رجحان ہیں۔ جن کے سامنے دونوں حسین لڑکیاں بے بس ہیں اور مکمل طور پر پسپاہو کر رہتی ہیں۔"(۱۱)

نثار عزیز بٹ کے ناولوں میں عورت اذیت سے نہیں ڈرتی بلکہ زندگی کے جمود سے وحشت زدہ ہے۔ کیوں کہ زندگی جیئے جانے کے قابل تبھی ہوتی ہے جب اس میں تحریک ہو اور وہ جمود کا شکار نہ ہو۔ ان کے ہاں عورت شمال مغربی سرحدی صوبے کی تاریخ اور تہذیب وتمدن میں سانس لیتی ہے۔پشتون عورت جب پیدا ہوتی ہے تو اس کی ولادت کو اچھا نہیں سمجھا جاتا پھر اس کی پرورش اور تعلیم وتربیت پر کوئی خاص توجہ نہیں دی جاتی جب وہ کام کاج کے قابل ہو جاتی ہے تو اس کو گھر کے کام کاج میں لگا دیا جاتا ہے اور جب جوان ہوتی ہوئی دیکھائی دیتی ہے تو اس کے وارث اس کو اپنی مرضی سے بیچ دیتے ہیں۔ انتظار حسین اردو فکشن میں ایک اہم مقام رکھتے ہیں ان کے ہاں عورت سماجی اعتقادات کو ساتھ لے کر چلتی ہے۔نامساعد حالات کا شکار عورت، ضعف الاعتقادی کا شکار ہو جاتی ہے اور ان پڑھ ہونے کی صورت میں دقیانوسی بھی ہو جاتی ہے ان کے ہاں جو خواتین پائی جاتی ہیں وہ اکثر شرفاء گھرانوں سے تعلق رکھتی ہیں جو اپنے مردوں سے یا نوکرانیوں سے ادھر اُدھر کی سن کر اپنی محبوب معلومات سے دوسروں کو مستفیض یا ہراساں کرتی ہیں۔ڈاکٹر عقیلہ جاوید کے مطابق:

> "انتظار حسین کے ناولوں میں عورت کا روپ محض جلی کٹی سنانے والی کا ہی نہیں بلکہ ایسی شخصیت کے روپ میں سامنے آتا ہے جو سادہ، اداس اور خاموش ہے جس کی وجہ اس کا اپنے ماحول سے عدم اعتماد اور بیگانگی کا رشتہ ہے۔"(۱۲)

رضیہ فصیح احمد کا نام کسی تعارف کا محتاج نہیں ان کے ہاں عورت کا جو تصور پیش کیا گیا ہے اس کے مطابق مرد عورت کو اس کے فطری حق سے محروم کرنا بھی اپنی شان سمجھتا ہے۔وہ اپنی بیوی کو نئے ریشمی کپڑے اور زیور پہننے سے بھی منع کرتا ہے اور یہ توجیہہ پیش کرتا ہے کہ سونے کی چوڑیاں عورت کے لیے فخر کا مقام

نہیں بلکہ اس کی غلامی کی علامت ہے۔ جیسے لوگ گائیوں، گھوڑوں اور بچھڑوں کو سجا کر رکھتے ہیں اسی طرح پرانے زمانے کی عورتوں کو جو مرد کی ملکیت ہوتی تھیں سجا کر رکھا جاتا تھا گھنگروں کی آواز اس بات کی نشاندہی کرتی تھی کہ جانور تھان پر بندھا ہوا ہے یا نہیں۔

جمیلہ ہاشمی نے جس عورت کو مثالی بنا کر پیش کیا ہے اس میں کوئی عیب نہیں اس میں ہر وہ صفت موجود ہے جو اس کو مرد کے مقابلے میں لا کھڑا کرتی ہے یہ عورت اپنی صفات سے ہر ایک کو قائل کرنے کی ہمت رکھتی ہے۔ڈاکٹر انور سجاد کے ہاں عورت کے آزادی اظہار کے بارے میں اگر دیکھا جائے تو یہ بات سامنے آتی ہے کہ ہر معاشرے میں عورت موجود ہے اگر عورت طوائف کا روپ دھار لیتی ہے تو اس کو برائی کا سرچشمہ قرار دیا جاتا ہے جبکہ مرد بھی اس گناہ میں برابر کا حصہ دار ہے اور اس بے حس معاشرے میں عورت کے گلے میں برائی کا طوق ڈال دیا جاتا ہے اور مرد کو نظر انداز کیا جاتا ہے۔انور سجاد نے تیسری دنیا کی عورت کو پیش کیا ہے جہاں وہ اپنے خاندان کے ساتھ ہر اساں زندگی کے ایام پورے کرتے دکھائی دیتی ہے۔ جبکہ معاشرے میں عورت اور مرد کے لیے دوہرا معیار برقرار رکھا جاتا ہے۔ڈاکٹر ممتاز احمد خان "اردو ناول کے بدلتے تناظر" میں اس طرح رقم طراز ہیں:

> "یہ داشتہ شاید اس لیے تخلیق کی گئی ہے تاکہ بتایا جاسکے کہ اس پُر اشوب دور میں جب فرد داخلی کرب اور انتشار کا شکار ہے اسے ایک بیرونی جنسی سہارے کی ضرورت ہے"۔(۱۳)

بانو قدسیہ اردو ادب میں ایک منفرد مقام کی حامل شخصیت ہیں اور ان کے ہاں ۱۹۴۷ء کے بعد پیدا ہونے والی نسل کے مسائل کو اُجاگر کیا گیا ہے اس دور میں نئی نسل جاگیر درانہ نظام سے چھٹکارا حاصل کر کے ترقی یافتہ دور میں داخل ہو رہی ہے اور انکے مسائل جاگیر درانہ دور سے مختلف دکھائی دیتے ہیں ان کے ہاں نئی نسل کی عورت آزادی کی خواہاں ہے مگر وہ اس معاشرے کے ہاتھوں مجبور ہے۔ غریب گھرانے کی لڑکیاں اپنی آنکھوں میں بہتر مستقبل سجائے مادیت پرستی کی رنگینیوں میں گم ہو کر اپنی شناخت کھو جاتیں ہیں۔عبداللہ حسین جنہوں نے "ادس نسلیں" سے شہرت دوام حاصل کی ان کے ہاں عورت کے جذبات کا اظہار صرف اور صرف اپنے جسم کی نمائش میں سامنے آتا ہے۔ان کے ہاں عورت کوئی غیر مرئی شبیہ نہیں جو اپنے محبوب کے ہاتھ نہ آئے بلکہ وہ ایک ٹھوس بدن رکھنے والی ایسی عورت ہے جو اپنے محبوب پر اپنے بدن کے اسرار کا انکشاف کرتی ہے۔راجندر سنگھ بیدی نے عورت کا

جو تصور پیش کیا ہے اس میں عورت دُکھوں کی ماری، محرومی، ماں کی ممتا، بیوی کے جذبۂ درد مندی سے سرشار دیکھائی دیتی ہے یہ عورت ہندوستان کے نچلے طبقے کی نمائندہ ہے جو اپنے شوہر سے بلا قصور مار کھا کھا کر لہولہان ہو جاتی ہے اور معمول کے مطابق گھر کے کام کاج سنبھالنے میں لگ جاتی ہے۔

اردو ناول میں جہاں تک آزادی اظہار کا تعلق ہے اس میں عورت کو انتہائی اذیت کا سامنا کرنا پڑا اور ادیبوں نے اس کے جذبات کی جانب کوئی توجہ نہیں دی انہوں نے اس کو اپنے سکون اور ادب میں رنگینی پیدا کرنے کی خاطر استعمال کیا۔ ناول میں عورت کو محض موضوعات کی خاطر استعمال کیا گیا زرعی انقلاب نے جہاں اپنائیت کا احساس پیدا کیا وہیں اس نے عورت کے حقوق سَلب کر لیے اور مرد کی حکمرانی تسلیم کر لی۔ زرعی انقلاب نے زمانہ مجریہ کے مادری نظام معاشرہ کا خاتمہ کر دیا اور پدری نظام معاشرہ برسرکار آ گیا۔ اب مرد کو عورت پر فوقیت حاصل ہو گئی۔ اس نے عورت پر تو عصمت و عفت کی کڑی شرط عائد کر دی لیکن اپنے آپ کو اس سے مستثنیٰ سمجھنے لگا۔ چنانچہ دنیا کی کسی زبان میں "دوشیزہ مرد" کے لئے کوئی لفظ موجود نہیں ہے۔ ڈاکٹر مبارک علی لکھتے ہیں:

> "جاگیر دارانہ معاشرے میں عورت کی حیثیت ہمیشہ ملکیت کی ہوتی ہے۔ جہاں اس کی آزادی، حقوق اور رائے مرد کی مرضی پر منحصر ہوتی ہے۔ اس معاشرے کا مقصد یہ ہوتا ہے کہ ایسی اقدار کو فروغ دیا جائے جن کے ذریعے عورتوں کو مرد کا تابع اور فرماں بردار رکھا جائے اور اس کی آزادی کے تمام راستے مسدود کر دیئے جاتے ہیں"۔ (۱۴)

صنفی امتیاز پدرسری قبائلی اور جاگیر دارانہ معاشرتی ڈھانچے کی باقیات ہے۔ قریباً ڈیڑھ صدی قبل رونما ہونے والے صنعتی انقلاب کے زیر اثر سماجی رویوں، اقدار، رسوم و رواج اور اداروں میں رونما ہونے والی تبدیلیاں مسلم معاشرے تک رسائی حاصل نہ کر پائیں اور اس کی ان جگہ پر تاریخی وجوہات ہیں جو گزشتہ صفحات میں بیان کی جا چکی ہیں۔ نو آبادیاتی حکمرانوں کے زیر اثر ہم جدید اخلاقیات کے ساتھ جبری طور پر وابستہ تو ضرور ہوئے لیکن اس تعلق نے عورت کے سماجی رتبے پر بہت کم مثبت اثرات اور تبدیلیاں مرتب کیں۔ آج بھی پاکستان میں پیدا ہونے والی کسی بچی کا مقدر کوئی قابلِ رشک امر نہیں۔ قابل نفریں امتیازی رویوں، معاشرے کے مرکزی دھارے سے بدترین انداز میں الگ تھلگ رکھے جانے اور نقل و حرکت پر جبریہ پابندیوں کے ہاتھوں مفلوج ہونے کی وجہ سے

ISSN (**P**): 2709-9636 | ISSN (**O**): 2709-9644
Volume 3, Issue 2, (April to June 2022)

ماخذ تحقیقی مجلہ

یہاں عورت ہونے کا مطلب کمتر درجے کے انسان کے طور پر غلامی کی زنجیروں میں جکڑے ہوئے مستقلاً سسک سسک کر زندگی گزارنا ہے۔ ہر برس ہزاروں عورتیں زچگی کے دوران وفات پا جاتی ہیں۔ اس کا سبب وضع حمل کے وقت طبی سہولیات تک رسائی نہ ہونا ہے۔ بیگم شمیم چوہدری اس سلسلہ میں لکھتی ہیں:

> "زچگی میں خواتین کو میڈیکل کی سہولیات کا فقدان ہے کہیں رواجی ثقافت ان کے آڑے آتی ہے۔ جس کی وجہ سے ہماری خواتین کا دروان زچگی انتقال کر جانا ایک عام سی بات ہے۔"(۱۵)

لوگ مفروضہ معاشی بوجھ کو بچی کی پیدائش پر دکھ محسوس کرنے کی بنیادی وجہ قرار دیتے ہیں۔ بچی کی پیدائش سماجی اعتبار سے ہزیمت کا ذریعہ ہے یا پھر یہ کہ بیٹی اپنے ہونے والے خاوند کے خاندان سے تعلق رکھتی ہے۔ اس لیے اپنے والدین کے گھر میں اس کی حیثیت ایک اجنبی کی ہے۔ گھریلو سطح پر عورتیں بالخصوص بیٹیوں کے ساتھ خوراک، تعلیم، صحت اور تفریح کے مواقع جیسی بنیادی ضروریات کی فراہمی میں امتیازی سلوک روا رکھتے ہیں۔ جاگیر دارانہ اور قبائلی معاشروں میں عورتوں کو جذباتی اور بے وقوف قرار دینے کا چلن عام ہے۔ سماجیات کے ماہرین صنف اور جذبات کے بارے میں دو اہم نظریے پیش کرتے ہیں۔ جذبات کے پہلے نظریے یعنی معیاری نظریے کے مطابق یہ دعویٰ کیا جاتا ہے کہ خواتین اس بناء پر زیادہ جذباتی ہوتی ہیں کہ ہماری ثقافت انھیں جذباتیت کا مظاہرہ کرنا ہی سکھاتی ہے اور ہمارا کلچر مردوں سے تقاضا کرتا ہے کہ وہ اپنے جذبات کو دبا کر رکھیں۔ دوسرا نظریہ جسے جذبات کا ساختی نظریہ کہا جا سکتا ہے۔ دیہی علاقوں کی عورتیں کوئی شہزادیاں نہیں۔ یہ غریب کسانوں کی بیویاں یا بوڑھے افراد کی بیٹیاں ہیں۔ جسے اپنے کنبے کی دو وقت کی روٹی پوری کرنے کے لیے اس عمر میں بھی مشقت کرنا پڑتی ہے جب وہ حاملہ ہوتیں ہیں۔ اس قدر مقید رہنے والی عورت کیا کبھی آزادی اظہار اپنا سکتی ہے۔

حوالاجات

۱۔ ابنِ حنیف، ہزاروں سال پہلے، مکتبہ کارواں، لاہور، ۱۹۶۰ء، ص:۲

۲۔ علی عباس جلالپوری، عام فکری مغالطے، لاہور، تخلیقات، ۲۰۱۳ء، ص:۱۶۱

۳۔ ایضاً

۴۔ شرافت حسین شفقت، سید، عورت، مذہب اور حکومت، لاہور، نسیم بک ڈپو، س۔ن، ص:۲۰

۵۔ سیمون دی بوا، عورت، مترجم: یاسر جواد، لاہور: فکشن ہاؤس، ۲۰۱۰ء، ص:۱۶۷

۶۔ شہناز نبی، "انتہا پسند تانیثیت" مشمولہ: تانیثیت اور ادب، مرتبہ: انور پاشا، ص:۱۲۹

۷۔ روسو، ژاں ژاک، معائدہ عمران، مترجم، ڈاکٹر محمود حسین، بک ہوم، لاہور، ۲۰۰۳ء، ص:۴۱

۸۔ زینت بشیر، ڈاکٹر، نذیر احمد کے ناولولوں میں نسوانی کردار، الیاس ٹریڈرز، حیدرآباد، ۱۹۹۱ء، ص:۱

۹۔ محمد ہادی، رسوا مرزا، اُمراؤ جان ادا، اردو اکیڈمی سندھ، کراچی، ۱۹۶۱ء، ص:۲۴۰

۱۰۔ وزیر آغا، ساختیات اور سائنس، مکتبہ فکر و خیال، لاہور ۱۹۹۱ء، ص:۱۷

۱۱۔ احسن فاروقی، ڈاکٹر "آنگن پر دوسری نظر" فنون، لاہور، مئی جون ۱۹۶۵ء، جلد۔۱، شمارہ ۱۔۲

۱۲۔ عقیلہ جاوید، ڈاکٹر "اردو ناول میں تانیثیت" شعبہ اردو بہاء الدین یونیورسٹی، ملتان، ۲۰۰۵ء، ص:۲۱۹

۱۳۔ ممتاز احمد خان، ڈاکٹر، "اردو ناول کے بدلتے تناظر" ویلکم بک پورٹ لمیٹڈ، کراچی، ۱۹۹۳ء، ص:۲۸۷

۱۴۔ مبارک علی، ڈاکٹر، المیہ تاریخ، فکشن ہاؤس، لاہور، ۱۹۹۵ء، ص:۶۷

۱۵۔ بیگم شمیم چوہدری، حقوقِ نسواں بھی انسانی حقوق ہیں، مشمولہ ماہنامہ عوامی منشور، کراچی، جلد نمبر ۱۰، شمارہ نمبر ۱۲، مارچ ۲۰۰۶ء، ص:۳۸